قومی نصاب اسلامیات اور اسلامی طرزِ تعلیم (تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Curriculum of Islamic Study and Islamic Type of Education (An analytical Study in the light of seerah)

طاہر صادق*

ڈاکٹر نور حیات خان**

ABSTRACT:

Contemporary education seems very far from Islamic ideology of education. Basically education plays a role to distinguish a man from animalistic life whereas man is going to adopt animalistic life like we can easily see greed, cheat and fraud and even free sex etcetera by and large on globe. The impact of global education is seen in our Nation because there is no proper place of Islamic studies in perception of Seerah in national curriculum of Islamic Studies to potentiate an individual to lead a spiritual life, he badly suffers from materialistic thinking due to his materialistic education. From Class iii to BS program Islamic Studies is taught even as a compulsory subject, but the essence of the Curriculum is unable to instill spiritual life in an individual. Until unless it wouldn't be an Islamic type of Education none be able to lead an Islamic type of life which is indicated in our National Constitution and educational policies. The Islamic type of education will be brought in the revolutionary change of betterment in Curriculum of Islamic studies through the depth of Seerah.

Key words: Education; Curriculum; essence; Material; Seerah

روایتی نظام تعلیم میں وہ سکت نہیں جو ایک انسان کی مکمل نشو و نما کر سکے۔ایسے حالات میں اسلامیات کو بھی روایتی نظام میں ہی رکھنا اسلامیات کی اصل روح کے خلاف ہے۔ اسلام حالات و واقعات کو ہر دور میں سنوارتا آیا ہے اور قیامت تک کے حالات کو سنوارنے کا دعویدار ہے۔اقتباساتی اور سطحی علوم سے نہ نکلنا اسلام اور اسلامیات کے کھاتے میں ڈالنا اسلامک سکالر کی اپنی کج فہمی ہے۔وقت کی پکار ہے کہ روایتی نظام تعلیم کو بدل کر اسلامی طرزِ تعلیم کو اپنایا جائے جس طرز کا بہترین ہتھیار قومی نصاب اسلامیات ہے۔ جہاں عصری تعلیم پوری دنیا میں انسانیت کو اپنے بھاؤ میں لیے ہوئے بہہ رہی ہے وہاں پاکستان میں بھی بحیثیت مجموعی تعلیم، اسلامی نظریہ تعلیم سے خاصی دُور کھڑی دکھائی دیتی ہے۔ تعلیم بنیادی طور پر انسان کو حیوانی صفات سے دور اور انسانی صفات کے قریب کرتی ہے۔ عصری طرزِ تعلیم کے اثرات انسانیت کو حیوانی صفات سے دُور کرنے میں مایوس کن لگ رہے ہیں۔لالچ، حرص، بغض، جھوٹ فراڈ

*PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad.
Email: icpsap@gmail.com
**Associate Professor, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad.

اور حیوانی خواہشات کی پجاری انسانیت اس امر پر دال ہے۔ عصری تعلیم میں اسلامیات کے نصاب کو مناسب جگہ فراہم نہیں کی جارہی جو کہ ان امور سے انسانیت کو بچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انسان اپنی روحانی تسکین کے اصل ذرائع سے ہی باخبر نہیں لگ رہا۔ اسلامیات کے نصاب میں جتنی قوت ہوگی انسان کے اندر اتنی ہی روحانی تسکین کا باعث ہوگی جس کی لذت سے انسان حیوانیت کو دفع کرنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے۔ ہمارے ملک کی عصری تعلیم میں نصاب اسلامیات انتہائی غیر مؤثر ہے پانچ سالہ ایم بی بی ایس کے پروگرام میں صرف ایک سمیسٹر میں اسلامیات پچاس نمبر کی ملتی ہے۔ ڈاکٹر سے ہم کیسے توقعات رکھتے ہیں کہ اعلیٰ انسانی صفات کے حامل ہوں جب کہ میڈیکل سائنس میں انسانی اقدار کا ذکر خارج از موضوع ہے۔ اسی طرح کی صورت عصری تعلیم میں دیگر سائنسی علوم کی بھی ہے۔ اسی طرح نرسری جماعت سے بی ایس پروگرام تک اسلامیات لازمی دیگر سائنسی علوم سے مکمل عاری ہے جبکہ اسلام ایک مکمل دین ہے یہ گود سے گور تک زندگی کے تمام شعبہ جات میں مکمل ہدائت وراہنمائی میسر کرتا ہے اسلام تمام علوم کا منبع ہے، اسی تناظر میں نصاب اسلامیات کو سیت طیبہ کی روشنی میں مؤثر کرنے سے طرز تعلیم اسلامی ہو سکتا ہے جس میں انسانیت کی ترقی مضمر ہے۔ اور یہ تمام تر راہنمائی ہمیں سیرتِ طیبہ سے مل سکتی ہے، جس نے اپنے زمانے کے نامساعد حالات میں انسانیت کو محدود تصور سے نکال کر دنیا کو جامع اور وسیع خوبصورت تصور دیا۔

تحدید مطالعہ:

مطالعہ ہذا عصری علوم کو سیرتِ طیبہ کے زاویے سے دیکھ کر قومی نصاب اسلامیات کی تدوین ایسی کرنا جو بحیثیت مجموعی تعلیم کو اسلامی طرز پر ڈالنے کی سکت رکھتا ہو۔ اور علوم کا جو اسلامی و غیر اسلامی تصور دنیا میں پایا جاتا ہے اس سے نکال کر ایک جامع اسلامی فطرتی اور قدرتی ساخت و فرداخت میں ڈھل جائے۔ اس میں یہ صلاحیت ہو کہ عصری ضرورتوں کو اس انداز میں پورا کرنے کی سعی ہو کہ انسان کی روحانی اور جسمانی تشفی کا باعث بن سکیں، جس کیلئے سیرت طیبہ کی گہرائی سے نصاب کو، ٹکیسٹ کی بجائے سیرتِ طیبہ کے علم کی اصل روح تک رسائی حاصل کر کے وہ اصل مغز نئی نسل کو منتقل کرنے سے تعلیم بحیثیت مجموعی اسلامی طرز پر استوار ہونا سہل بن سکتی ہے۔ اور یہی تعلیم ہمارے ملک کی مذہبی، آئینی اور ملی ضرورت ہے۔

علوم اور مرجہ قومی نصاب اسلامیات:

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح کی خاطر نبی پاک ﷺ کو اس جہان میں مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو قیامت تک کی انسانیت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا[1]۔ آپ ﷺ کی سیرت صرف تشریعی امور کی حد تک ہم نے مقید کی ہوئی ہے جب کہ اس کی راہنمائی تکوینی امور کیلئے بھی اتنی ہی کارگر ہے جتنی کہ تشریعی امور کیلئے۔ سیرت النبی ﷺ کو جس انداز سے ہمارے اکابرین لیتے تھے آج اس گہری نظر کی گہرائی کی کمی ہے ورنہ سیرت پر جتنا آج مواد مل سکتا ہے شاید عہد عباسی میں نہ ہوا ہوگا۔ آج انسان جو معقولات کو لے کر دنیا کے خزانے کا استعمال کرتا ہے اس کی بجائے سیرت النبی ﷺ کے ذریعے دنیا کے خزانے کا استعمال کئی گنا بہتر ہو سکتا ہے۔ خلفائے

راشدین کے دور سے ہوتے ہوئے عباسی دور میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تکوینی امور کے استعمال کی وجہ سے دنیا کے خزانے کا استعمال بہترین اثر دکھاتا رہا ہے لیکن سقوط بغداد کے بعد معقولات (Rational knowledge) نے سیرت کو محدود کرنے کی کامیاب کوشش کی جس کے نتیجے میں سیرت النبی ﷺ سے استفادہ عبادات اور معاملات تک کر دیا گیا Cosmic affairs کو سیرت کی نظر سے دیکھنا ہی مشکل بنتا گیا۔ اس وقت دین اور دنیا دو علیحدہ چیزیں گنی جا رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چونکہ کائنات کا سمجھنا تعلیم کا بنیادی کام اور مقصد ہے اس لیے کائنات کو سمجھنے کے لیے سیرت النبی ﷺ لازمی طور پر تکوینی امور پر محیط کرنا پڑے گی تب اسلامی طرزِ تعلیم رواج پائے گی۔ جس کی روح سے تعلیم کا مقصد اللہ کی رضا سے دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا ہے۔ ایسا علم جو اللہ کی خوشنودی سے ہٹ کر کوئی اور مقصد رکھتا ہو ایسا علم سیرت طیبہ کی روشنی میں ناپسندیدہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ علماء مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [2]

ترجمہ: جو شخص ایسا علم حاصل کرے جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہو اور اس کا مقصد اس علم کے ذریعے دنیا کا ساز و سامان سمیٹنا ہو وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

عصری تعلیم دنیاوی ساز و سامان ہی کی خاطر دی جا رہی ہے۔ جب کہ یہ ایک غیر فطری عمل ہے۔ دراصل انسان کی بھلائی اس میں ہے کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارے اور فطرتِ انسانی کا بہترین نمونہ آپ ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت دراصل قرآن پاک ہی ہے [3] اور قرآن پاک ہی انسانی فطرت کا ترجمان ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ [4]

ترجمہ: پس تم اپنا رُخ دین حنیف کی طرف سیدھا رکھو، اللہ نے جس فطرت پر انسان کو بنایا ہے وہ یہ سیدھا دین ہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فطرت کی بحث کرنے سے بالاخر اس نتیجہ پر پہنچا جاتا ہے کہ انسان کی جو فطری ضرورتیں ہیں وہ انسان خود بھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ قرآن مجید سے راہنمائی نہ لی جائے۔ جب انسان خود سمجھ سکنے کے قابل بھی نہ ہو تو ان ضرورتوں کو پورا کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ المختصر قرآنی تعلیمات میں تمام طرز کی تعلیمات جو انسان کی ضرورت ہے، بہترین انداز میں موجود ہے۔ ہمارے اسلاف نے یہاں سے ہی اپنی تمام ضروریاتِ زندگی کو پُورا کیا۔ چونکہ قرآن مجید فطرت کی ترجمان کتاب ہے، جس کے مطابق آدمؑ سے لے کر قیامت تک جتنے انسان ہوں گئے فطرتاً ایک جیسے ہی انسان ہوں گے۔ لہذا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث دور جدید میں نعوذ باللہ ضرورتیں پوری نہیں کر رہیں یا پھر قرآن مجید کو چھوڑ کر زمانے کے دیگر علوم کو من و عن لے لینا یہ قرآن مجید پر ایمان لانے کی کمزوری ظاہر ہو رہی

ہے اور امتِ مسلمہ اسی طرح کی غلط روشوں کو اس دور میں اپنائے ہوئے ہے۔ جس کی مثال تاریخ اسلام اور بالخصوص اسلامی تاریخ کے سنہرے دور میں نہیں ملتی۔

مروجہ نصاب اسلامیات کو بغور دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کی وسعت و جامعیت سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن مجید ایک آفاقی کتاب ہے اور اس کی آفاقیت تا قیامت ہے۔ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں، کوئی ایسی تعلیم نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی ہدایت موجود ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں براۓ راست یا بالواسطہ موجود نہ ہو، تاہم اس کو نہ سمجھنا انسانی ذہن کی تقصیر ہے[5]۔ قرآنِ مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہمیں اِنسانی زِندگی کے ہر گوشے سے متعلق ہدایت فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک اَیسی کتابِ ہدایت ہے جس سے تمام علوم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ چنانچہ اَوائل دورِ اسلام ہی سے قرآنِ مجید کو منبعِ علوم تصوّر کرتے ہوئے اُس سے مستنبط ہونے والے علوم و فنون پر کام کیا گیا۔ قاضی ابی بکر (ابن عربی) اپنی کتاب 'قانونُ التاوِیل' میں بیان کرتے ہیں کہ قرآنی علوم کی تعداد 77,450 ہے۔[6]

مسلمان اہلِ علم نے صرف مطالعۂ قرآن کے ذرِیعے جو علمی واَدبی اور سائنسی وسماجی علوم وفنون اَخذ کئے اُن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علمُ التوحید، علماءلقراۃ والتجوید، علمُ النحو، علمُ الصرف، علمُ التفسیر، علمُ اللغه، علمُ الاصول، علمُ الفروع، علمُ الکلام، علمُ الفقه والقانون، علمُ الفرائض والمیراث، علمُ الجریمه، علمُ الحرب، علمُ التاریخ، علمُ التزکیه والتصوّف، علمُ التعبیر، علمُ الادب، علمُ البلاغت، المعانی، البیان، البدیع، علمُ الجبروالمقابله، علمُ المناظره، علمُ الفلسفه، علمُ النفسیات، علمُ الاَخلاق، علمُ السیاسه، علمُ المعاشره، علمُ الثقافه، علمُ الخطاطی، علمُ المعیشت والاقتصاد، علمُ الکیمیا، علمُ الطبیعیات، علمُ الحیاتیات، علمُ النباتات، علمُ الزراعه، علمُ الحیوانات، علمُ الطب، علمُ الادویه، علمُ الجنین، علمِ تخلیقیات، علمِ کونیات، علمُ الهیئت، علمِ جغرافیه، علمُ الارضیات، علمُ الآثار، وغیرہ ہیں۔[7]

اب اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند سائنسی علوم کے اِرتقاء میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سائنس سیرت طیبہ سے ماخوذ علم ہے اور مسلمان اسے غیر اسلامی علم کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس اور نصاب اسلامیات کو سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک ہی پلو میں باندھ کر نئی نسل کو اس کی اسلامی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے پیش کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ یہ سائنس، خالق حقیقی کی طرف راغب کرتی ہے جس کے موجد و وارث نئی نسل کے اسلاف ہی ہیں۔ چونکہ اسلام ایک دین ہے جس میں زندگی گزارنے کے تمام لوازمات بہترین حالت میں دیے گئے ہیں۔ اس وقت کے مروجہ نصاب اسلامیات کو صرف عبادات اور اسلامی قانون کے ساتھ ساتھ ایمانیات واعتقادات کے کچھ حصے میں بند کر دیا گیا ہے۔ جب کہ اسلام ساری کائنات کی بنیادی کنجیاں ہمیں تھمارہا ہے۔ جس سے سورج، چاند، تارے اور زمین وآسمان، خشکی اور تری کی ہر چیز سے استفادہ کرنا مقصود ہے اور یہی تعلیم کا تقاضا ہے۔ اس وقت عصری تعلیم کائنات میں موجود خدائی نعمتوں کو اپنے استعمال میں لانے کی تگ ودو کر رہی ہے لیکن اس میں بری طرح ناکامی کا شکار ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ وہ ان نعمتوں کو نعمت خداوندی کے بجائے اپنی صلاحیتوں کی

تخلیق خیال کر لیتی ہے وہ اسلامی تصور کائیات جو ہمارے نبی ﷺ ہمیں دے گئے ہیں انسان اس سے استفادہ کرنے میں ناکام ہے۔ جس سے بنیادی سوچ و فکر ہی راہ فرار کی طرف مڑ جاتی ہے جسے اسلامی اصطلاح میں گمراہی کہا جاتا ہے۔ نصاب تعلیم کسی قوم یا سوسائٹی کی فکر و سوچ کی تعمیر کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس وقت عصری تعلیم کی بنیادی غلطی کائنات کے خالق و مالک کو چھوڑ کر صرف کائنات پر توجہ دینا ہے۔ نصاب اسلامیات ایک ایسا نصاب ہے جو اس تعلیم کو کائنات کے خالق و مالک سے جوڑتا ہے اور انسان کا اصل مقام جو سیرت النبی ﷺ سے ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کائنات اللہ تعالی کی ہے اور انسان اس میں ایک امین اور اللہ کے نائب کی حیثیت سے ہے[8]۔ پھر اس وقت کائنات کی نعمتوں سے بہترین استفادہ کیا جا سکتا ہے، جس کا بہترین ہتھیار اسلامی تعلیمات ہی ہیں, جو ایک طرف انسانیت کی جسمانی و روحانی ضروریات کو پوری کرتی ہیں اور دوسری طرف کائنات کی موشگافیاں آسان زبان میں سمجھاتی ہیں اس وقت ایک عظیم خطا سرزد ہو رہی ہے وہ یہ کہ اسلامی تعلیمات کو مادیت سے کنارہ کیا جا رہا ہے۔ جس کی دلیل ہمارا قومی نصاب اسلامیات ہے اور دوسری طرف عصری علوم کو اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر لیا جا رہا ہے۔ جس کی دلالت عصری علوم کر رہے ہیں۔ یہ دوراہی Dualism صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ انسانیت کی ترقی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس وقت تمام عصری علوم کو اسلام کے نقطہ نظر سے لینے کی اشد ضرورت ہے۔ جس سے انسانیت کی روحانی اور جسمانی نشو و نما ہو گی جو کہ بنیادی مقصد تعلیم ہے اور اسی کام کو کرنے کا نام" اسلامائزیشن آف نالج" ہے جس میں تمام علوم کی از سر نو اسلامی تشکیل کی جائے گی۔ پھر یہ علوم اپنا اثر دکھائیں گے اور معاشرے میں روحانی ماحول نظر آسکے گا اور ساتھ ہی کائنات کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ ہو گا۔ آج تک انفارمیشن ٹیکنالوجی نے صرف آواز اور سوفٹ یعنی نہ چھو سکنے والی چیزیں دنیا میں یہاں سے وہاں بھیجنے میں مہارت حاصل کی۔ جب کہ واقعہ حضرت سلیمانؑ میں کئی صدیاں پہلے کئی ٹن تخت بلقیس اسی آج کی ٹیکنالوجی کی رفتار سے کئی میل دور پہنچایا گیا، جسے قرآن مجید واضح ایک علم کی طاقت بتا رہا ہے[9]۔ اس علم تک پہنچنا ہی تعلیم ہے اور اسی میں انسانیت کی ترقی ہے۔

انسانی نیابت اور علوم کی جامعیت:

انسان بحیثیت خلیفہ اپنے مالک کی ساری بادشاہی سے استفادہ کا مجاز ہوتا ہے اس بادشاہی سے استفادہ تمام علوم کو بادشاہی فرمان کی روشنی سے لینے سے ہو گا۔ ترقی یافتہ انسان اللہ کا خلیفہ بنتا ہے اور یہی انسان اپنی منزل کو پا کر کائنات کی رعنائیوں سے استفادہ کرتا ہے اور تمام ذرائع اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ایک امین کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امانت خداوندی یا بار خلافت کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ انسانی معاشرہ میں کس طرح اپنا کردار ادا کرتی ہے؟" خلافت کا منتہی و مقصود یہی تو ہے کہ انسانی معاشرہ میں امن قائم ہو، جان و مال کی حفاظت کی ضمانت ہو اور انسانوں کے ایک ایسے منظم معاشرہ میں امن قائم کیا جائے، جو غذائی پیداوار کے ساتھ اس کو عمدہ طور پر محفوظ کر کے سماج میں منصفانہ انداز میں تقسیم کر سکے اور رہائش، حرارت، آرام، مواصلات اور دیگر آسانیاں فراہم کر سکے۔ ایسے آلات اور مشینیں تیار کر سکے، جن سے تمام مطلوبہ ضروریات مہیا کی جا سکیں۔ آخر کار تعلیم اور ادراک نفس کے

واسطے اور تفریح اور جمالیاتی تسکین کیلئے وافر اور جائز مواقع مہیّا کرے مسلمان صحیح سمجھتے ہیں کہ خلافت کا کام سیاسی نوعیت کا ہے"[10]

نصاب اسلامیات میں طالب علم کو یہ باور کرانا ایک بنیادی عمل ہے کہ اُس کی اس کائیات میں کیا حیثیت ہے ؟ جہاں کھڑا ہو کر وہ اس کائنات اور خالق کائنات سے اپنا رشتہ استوار کرے گا۔ اگر اسے اپنے مقام status کا ہی پتا نہ چل سکے تو وہ کہیں بھی بہتر فیصلہ کرنے کے قابل نہیں بن سکتا اور یہیں سے اس کی زندگی کی راہوں کا تعین ہوتا ہے۔ اس وقت طلبہ عصری علوم کو ہی اپنا اثاثہ سمجھ کر وہاں سے ہی اپنے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ نماز پڑھنے کا مصمم ارادہ صرف اسی وقت کرتے ہیں، جب سکرات موت کے خطرات دیکھتے ہیں۔ یعنی اس دنیا کے کاروبار کو اسلام سے ہٹ کر خیال کرتے ہیں ایسے حالات میں معاشرہ اور سوسائٹی میں اسلامیات کا اثر کیسے آئے گا ؟ ہمیں طلبہ کی یہ کامل و اکمل ذہن سازی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں کرنا ہوگی کہ اللہ نے آپ کو بنایا ہے اور ساری کائنات آپ کیلئے بنائی ہے۔ اس کائنات کو اس کے اور ہمارے مالک نے آپ (طالب علم) کیلئے بنایا ہے۔ یہاں اس زندگی میں چند گنے چنے دن ہیں ان ایام زیست سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونا ہے۔ اس وقت کائنات کے بارہ میں جتنی معلومات یا علوم موجود ہیں، ان کو خام مال کی حیثیت سے لینا ہو گا۔ ان علوم کو اسلام کے دیے ہوئے علوم کے زریں اصولوں کی روشنی میں جھانچ پرکھ کرنا ہو گی، جو نظریات اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتے ہوں انھیں حتمی شکل دی جائے گی اور جو ان اصولوں پر پورا نہیں اترتے، انہیں یکسر مسترد کرنا ہو گا۔ اسی عمل سے اسلامی علوم تمام علوم پر سبقت حاصل کریں گے۔ اس کیلئے سب سے پہلے ہمیں اپنا مقام کا متعین کرنا ہو گا، جس کے متعلق قرآن پاک ہمیں اللہ تعالی کا نائب قرار دیتا ہے اور قرآن مجید نے بار بار خلافت کا تعلق سیاسی قوت سے جوڑتا ہے :

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ [11]

ترجمہ : پھر ہم نے ان کے بعد تمھیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو ؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ [12]

ترجمہ : تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انھیں ہم نے نائب بنایا اور جنھوں نے ہماری آیات جھٹلایئں ان کو ہم نے ڈبو دیا دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام۔

پھر ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ [13]

ترجمہ : موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے، اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے اور آخرت متّقی لوگوں کے لیے ہے۔

درج بالا آیات مبارکہ خلافت کے ذکر کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین بھی فرماتی ہیں۔ان میں انسان کو احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدایت و تلقین ملتی ہے نیز زمین کی وراثت سیاسی معنوں میں مضمر ہے۔کسی معاشرے کا نظام ہائے زندگی میں اس کا سیاسی نظام بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اسی لیے قرآن پاک میں نبی کریم ﷺ کو دعا کرنے کی ترغیب دیتے وقت بتایا جارہا ہے کہ کہو: وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا [14]۔یعنی یااللہ سلطنت سے میری مدد فرما۔سلطنت ایک سیاسی نظام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے،اسی نظام کے ذریعے سارے نظام سدھارے جاتے ہیں۔چنانچہ انسان جو اللہ کی نیابت لیتا ہے، تو اس سے مراد عملی زندگی سے ہے اور عملی زندگی میں سیاسی زندگی بھی شامل ہے۔سیاسی زندگی ایک ریاست کے اندر کارفرما ہوتی ہے اس کا حکمران براہ راست اللہ کے نائب کی حیثیت سے سارے کام سرانجام دیتا ہے اور اپنی رعایا کیلئے ایسے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ ساری قوم اللہ کے احکام کے مطابق زندگیاں گزار سکیں۔صرف عبادات ہی پر اتفاق مراد نہیں لی جانی چاہیے۔بلکہ عبادات، معاملات کے سنوارنے کا ذریعہ ہیں جس کے ذریعے معاملات بھی عبادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ہماری عملی زندگی جسم اور روح کا مرقع ہے۔صرف جسم یا صرف روح سے مکمل کامیاب زندگی نہیں گزاری جاسکتی اب جسمانی اور روحانی زندگی اسی وقت کامیاب ہوگی جب انسان کے جسم اور روح دونوں سے استفادہ کیا جائے۔اس وقت عصری تعلیم صرف جسمانی (مادی) ضروریات کے گرد گھوم رہی ہے۔اس تعلیم میں روحانی عنصر کو شامل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ روحانی عنصر اسلام ہمیں دے رہا ہے۔اس سے استفادہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان عصری علوم کو اسلام کی نظر سے دیکھا جائے اور جو نظریہ اسلام ان مادی علوم کے بارہ میں دیتا ہے اس کو عمل میں لایا جائے۔اسی عمل کو اسلامائزیشن آف نالج یا علوم کی اسلامی تشکیل کہا جاتا ہے۔اللہ کا نائب بننے کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنی ذاتی حیثیت کو پہچانے، وہ کہاں سے آیا؟ کہاں جائے گا؟ یہاں اسے کیا کرنا ہے کس نے اس کو بنایا کیوں بنایا؟ ان سب سوالات کو اپنی زندگی کی حدود و قیود کیلئے استعمال کرے۔جب انسانی زندگی ان قیود سے تجاوز کرتی ہے تو انسان دراصل انسانیت کے اصول و ضوابط کو پھلانگ رہا ہوتا ہے۔کام صرف اتنا ہے کہ ان حدود کے اندر ہی تمام لوازمات کو تلاش کرے اور یہ لوازمات بہترین شکل میں اس دائرہ میں موجود ہیں۔یہی دائرہ کھینچنا ،اسلامائزیشن آف نالج کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اس کام کو عملی شکل دینے کیلئے علوم کی گہرائی سیرت طیبہ کی روشنی میں جاناپڑتا ہے۔ اقسامِ علوم، نظریات اور تمام جہتیں زیر بحث لائی جاتی ہیں، جن کی تعلیم سے مقاصد تعلیم کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

علوم کی اقسام:

بحیثیت مجموعی علوم کی دو بڑی اقسام عقلی اور نقلی بتائی جاتی ہیں:

1: نقلی علوم: وہ جو اللہ کی طرف سے وحی کی صورت نازل ہوئے۔

2: عقلی علوم: وہ علوم ہیں جو انسان نے اپنے عقل سے حاصل کیے، جسے اکتسابی علوم بھی کہا جاتا ہے۔

پہلی قسم کے علوم ایمانیات کو بنیاد بناتے ہیں جب کہ دوسری قسم کے علوم انسان نے جو خود حاصل کیے ہیں، تجربہ پر یقین

رکھتے ہیں۔ جب کہ تجربہ کبھی کچھ نتیجہ دیتا ہے اور کبھی کچھ اور۔ ان کو بھی پہلی قسم کے علوم ہی سے پرکھا جائے گا کیوں کہ پہلی قسم حتمی سچائی کی بنیاد پر ہیں۔ اس طرح ان کو پہلی قسم (وحی) کی روشنی سے لیا جائے گا۔[15]

نظریہ علم، علم کے ذرائع اور علم کی گہرائی میں جانے سے علوم کی اصلیت سامنے آتی ہے۔ ان علوم کی اصلی حالت سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں انسانیت کی بھلائی ہے۔ عصری تعلیم اس تناظر سے ہٹ کر ہے، جس کی وجہ سے علوم کو چوٹی سے پکڑ کر بھاگتے جانے سے علوم کی بے شمار اختراعات سامنے آرہی ہیں اور انسانیت کی بھلائی میں کمی آرہی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مادہ اور انسانیت کا رشتہ خادم اور مخدوم کا ہے۔ یعنی یہ کائنات انسان کی خدمت کیلئے ہے اور اس کی موجودہ تمام اشیا اللہ تعالیٰ نے انسان کا خادم اور انسان کو مخدوم بنایا[16]۔ مادہ سے خدمت کیلئے علم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب کہ انسان اس مادے کو اپنے جینے کا ذریعہ سمجھ کر اس کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے جس کی وجہ سے تمام قباحتیں سامنے آتی ہیں اور انسان اپنے مقام سے یکدم گر جاتا ہے۔ ایسے حالات میں نئی نسل کو ایک ایسی سوچ پروان چڑھانے کی ضرورت ہے، جو سیرت النبی کی روشنی میں انسان کو مکمل ہمہ جہت انسان بنا سکے، یہی تعلیم کا مقصد ہے۔

سکول، کالجز اور یونیورسٹیوں میں حصول تعلیم کیلئے لازمی امر نصاب اسلامیات کو باا ثر بنانا ہے، وہ اس لیے کہ اس طرز تعلیم سے ہی مقصدِ تعلیم پورا ہوتا ہے۔ جب نصاب بہتر ہو گا تو وہاں سے بہترین مسلمان اساتذہ بھی میسر آجائیں گے اور ساتھ ساتھ معاشرہ بھی مسلمان بن کر سامنے آئے گا اس سے اسلامی تعلیم کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔ نصاب ہمیشہ انسان کے تصورات بلکہ پورے معاشرے کے خیالات، نظریات اور ثقافت کی عکاسی کرتا ہے اور اپنے ورثے کی حفاظت کرتا ہے۔ مزید برآں اس ورثے کی ترقی اور خصوصی مقاصد کے حصول کیلئے مواد بھی محفوظ کرتا ہے۔ پھر ان مواد کی حفاظت کرتے ہوئے نئی نسل تک پہنچاتا ہے۔ مغرب کی تقلید نے ایسا نظام تعلیم ہمیں دیا ہے کہ یہ لبرل نظام تعلیم، مقاصد تعلیم کے حصول میں بالکل معاون ثابت نہیں ہو رہا۔ گو کہ اس نظام تعلیم نے مسلمانوں کی ایمانی حالت کو تاحال سبوتاژ نہیں کیا لیکن اس طرز تعلیم نے مسلمانوں کی زندگیوں کی اسلامی بود باش اور اسلامی طرز زندگی کو ضرور نقصان پہنچا رہا ہے، جس کا تدارک تاحال مسلمان نہیں کر پا رہے ہیں، جو طرز تعلیم کی دوئی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے خاتمہ کیلئے مسلم سکالرز نے 1977ء میں اسلامی تعلیم کی پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کی، جس میں یہ تجاویز دی گئی کہ نصاب اسلامیات اس انداز میں بنایا جائے تاکہ اسلامی طرز تعلیم ممکن ہو سکے [17]۔ احمد رضا خان بریلوی علم کی اساس کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

علم وہ نُور ہے جو شے اس کے دائرہ میں آگئی منکشف ہو گئی اور جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہو گئی۔ اس کے ساتھ وہ علم کی اقسام اس طرح بیان کرتے ہیں:

الف: اہمیت و ضرورت کے لحاظ سے علم کی اقسام:

1۔ فرض عین　　2۔ فرض کفایہ　　3-مباح　　4-مکروہ　　5-حرام

ب: اقسام علم بلحاظ ملکیت:

1: علم ذاتی: (وہ ہے جو) اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کیلئے محال جو اس میں سے کوئی چیز اگر وہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر، غیر خدا کیلئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

2: علم عطائی: اللہ تعالی کی طرف سے جو علم اس کی مخلوق کو عطا کیا جاتا ہے، وہ عطائی علم ہے۔

ج: اقسام علم بلحاظ فائدہ وضرر:

علم شرعی اور علم غیر شرعی

د: اقسام علم بلحاظ ذریعہ علم:

1: علم عقلیہ: وہ علم جو عقل کی مدد سے حاصل کیا جائے مثلاً منطق، فلسفہ، طب وغیرہ۔

2: علم نقلیہ: ایسا علم جس میں عقل کو کوئی دسترس نہیں جو وحی نبوت سے منقول ہے جس کو آئندہ ہو بہو نقل کے ذریعے حاصل کیا جائے مثلاً قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ۔

ر: نفع ونقصان کے لحاظ سے بھی علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1: علم نافع: ایسا علم جو شریعت کے مطابق زندگی کو بہتر طور پر گزارنے کے قابل بنائے۔

2: علم غیر نافع: وہ علم جو نہ تو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے میں کام آئے اور نہ ہی اس سے دین کے بارے میں سمجھ بوجھ ہو۔

س: اقسام علم بلحاظ حقیقت علم:

1: علوم مقصودہ: وہ علم جس کا حصول مقصد حیات ہو، قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ مقصودہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

2: علوم آلیہ: وہ علم جو علم مقصودہ کے حصول میں معاون ثابت ہو مثلاً زبان، لغت، معانی وغیرہ۔ علم آلیہ قرآن وحدیث کی تفہیم میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔

ش: نظریہ وکسب کے لحاظ سے علم کی اقسام:

1: نظری علم: وہ علم جس کا تعلق محض عقل، دل، دماغ اور فکر سے ہوتا ہے۔ علم العقائد، علم الاکلام وغیرہ نظری علم ہیں۔

2: فنی علم: وہ علم جو کسی پیشہ کے اپنانے میں اور ذریعہ معاش بنانے میں مدد معاون ہو۔ طبّی، صنعتی، کاروباری علوم اسی کے زمرے میں آتے ہیں۔[18]

سیرت طیبہ اور تناظرِ علوم

آج بھی وہی علوم موجود ہیں جو عباسی دور میں تھے بلکہ آج بہتر حالت میں ملتے ہیں صرف ہمارا زاویہ نگاہ بدلا ہوا ہے۔ سیرت النبی ﷺ ایک ایسا نمونہ ہے جس پر انسانیت کی کامیابی کا مدار ہے۔ حبِ سیرتِ طیبہ ایک ایسا ہوش وحواس کا عشق ہے، جس سے ساری

کائنات تسخیر کی جاسکتی ہے۔علومِ سیرت کے حوالے سے بلاخوف وتردد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اندلس کی فتح اسلامی کے ساتھ جب وہاں اسلامی علوم وفنون کا آغاز ہوا تو مطالعہ سیرت کی بھی بنا پڑی۔ یہ حقیقت تسلیم کی جانی چاہیے کہ مسلم بچوں کی تعلیم وتدریس میں سیرتی ادب کا کافی حصہ ہمیشہ شامل رہا ہے اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں رہا ہے۔

علمائے اسلام کے مختلف طبقات میں سیرت نبویﷺ کی امہات کتب کی تعلیم وتدریس بھی شامل رہی ہے، نجی اور شخصی مطالعہ بھی۔اندلس کی تاریخ وتہذیب کے مختلف مصادر و مآخذ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مطالعہ سیرت کی روایت از آغاز تاانجام جاری رہی، اگرچہ کسی حتمی اور قطعی نقطہ آغاز کی صحیح تعین کرنی مشکل ہے۔ ابن خیر کی مشہور زمانہ فہرست [19]۔مختلف نسلوں کے مطالعات وسماعات کی ایک مسلسل زنجیر پیش کرتی ہے۔اس کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصل مصنف کتاب تک ابن خیر کے مطالعات کی ان کے اساتذہ اور شیوخ کے ذریعہ تاریخ کو مسند کرتی ہے۔انہوں نے متعدد سیرتی امہات کتب کے اپنے مطالعہ کی جو زنجیر پیش کی ہے، اس میں سرفہرست موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ /۷۸۵ء) کی کتاب (مغازی رسول اللہﷺ) ہے، جو اس کے استاذ ابن خیر نے اپنے استاد شیخ ابو محمد بن عتاب نے اس کی سماعت مشہور محدث اور عالم سیرت واخبار حافظ ابن عبدالبر (۴۶۳ھ) سے کی تھی۔[20]

اندلس میں سیرتی ادب کے اس مختصر جائزے سے اہل علم و نظر کے غور و فکر کیلئے بعض اہم نکات سامنے آتے ہیں۔اوّل یہ کہ اندلسی سیرتی ادب کا ارتقاء دو ہم آہنگ خطوط پر ہوتا رہا: ایک سیرت نبوی کے مطالعہ کی روایت کے ذریعہ اندلسی اہل علم سیرت کی کتابوں کی سماعت وروایت اور قرآءت وکتابت کرتے رہے، دوسرے بہت سے اندلسی علماء مولفین نے سیرت نگاری کے ذریعہ اپنے سیرتی ادب کو مالا مال کیا۔اس کے ساتھ ہی طالبان سیرت نے نہ صرف اندلسی مراکز علم وفن میں ہی اندلسی علماء وشیوخ سے تعلیم حاصل کی بلکہ دور دراز کے سفر کر کے افریقہ اور ایشاء بالخصوص مشرق کے اصل اسلامی مراکز میں بھی نامور شیوخ واساتذہ سے تحصیل فن کیا۔اس ضمن میں دوسری اہم حقیقت یہ ہے کہ سیرت نبوی کے اعلیٰ درجہ کے طالب علموں نے اندلسی مراکز علم وفضل میں نامور مولفین کتب سیرت نگاروں کی کتابوں کو بالمشافہ ان کی جناب عالی میں حاضر ہو کر پڑھا یا ان کے شاگردوں کے سلسلہ زریں سے ارتباط قائم کر کے حاصل کیا۔اخذ واستفادہ اور افادہ وافاضہ کی یہی روایت مسلسل سیرت نگاری کے میدان میں جاری رہی۔[21]

اندلسی سیرت نگاروں کے کام سے مشرقی سیرت نگاروں کے کام پر قابل قدر و گراں بہا اضافے ممکن ہوسکے۔جن کا لوہا مشرقی اساتذہ وشیوخ نے مانا۔ جس طرح اندلسی سیرت نگاروں نے ابن اسحاق وابن ہشام [22]۔کی سیرت نبوی، امام ترمذی کی شمائل نبوی، واقدی وابن سعد[23] کی مغازی وغیرہ امہات الکتب کی شرح و تلخیص کی، جس سے متاثر ہو کر مشرقی سیرت نگاروں نے اپنے سیرتی کاموں کی تلخیص وتشریح کی[24]۔ابن ہشام کی سیرت اس موضوع پر لکھی جانے والی ابتدائی کتب میں سے ہے۔اللہ تعالی نے اس کو جو پذیرائی اور شرف قبولیت بخشی اس کے اندازے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ نہ صرف ہر دور کے سیرت طیبہ کے مصنفین کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کے حامل رہی ہے، بلکہ اسے تاریخ اور سیرت کے ابتدائی ماخذ ومصادر میں بھی کلیدی اہمیت حاصل ہے[25]۔

عباسی دور میں مسلمانوں کے پاس وہ تعلیم تھی جو ساری انسانیت کی امامت کر رہی تھی، جس میں بحیثیت مجموعی ایک ہمہ جہت نصاب اسلامیات کارفرما تھا، جو انسانوں کی تمام قسم کی تعلیمی ضرورتیں پوری کر کے مقاصد تعلیم کا حصول آسانی سے کر رہا تھا۔ لیکن سقوط بغداد کے بعد حالات زمانہ کی وجہ سے یہ نصاب اپنی اصلی شکل برقرار نہ رکھ سکا اور تعلیم کو دین اور دنیا کی تقسیم میں سمو دیا گیا۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی طرزِ علم کے طرق و ثمرات

اسلامی طرزِ تعلیم سیرت طیبہ کی روشنی سے مراد، تمام علوم کی اسلامی تشکیل ہے۔اس کی ایک خاص اہمیت ہے، جس کے بغیر اسلامی طرزِ تعلیم اپنا وجود بحال نہیں رکھ سکتی۔ دراصل نصاب کی تاریخ بتارہی ہے کہ اسلامی نصاب تعلیم نے جب ساری دنیا کی امامت کی اس وقت اس میں دین و دنیا کی جدائی نہ تھی اور شاید یہی وہ راز تھا جس کی وجہ سے اس کے زریں اصول تمام علوم پر حاوی تھے۔ اس وقت اس دوئی کو ختم کرنے کیلئے واپس علوم پر ہی سوالیہ نشان لگتا ہے۔اور علوم کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر لے جانا پڑتا ہے۔تب ہی اسلامی تعلیم انسانیت کے اعلیٰ اوصاف، روحانی اور جسمانی ہر لحاظ سے صحت مند افرادی قوت دنیا کو بہم پہنچائے گی، جو کہ تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ مسلم سکالرز اس دوئی کو مٹانے کے درپے اس لیے ملتے ہیں کہ یہ روش انسانیت کے معراج میں مخل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامائزیشن آف نالج سے معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا کیا طریق سامنے آتا ہے ؟اسلام کے مطابق علم انسان کے اندر اعلیٰ اوصاف کو راسخ کرتا ہے اور اپنے اصل مقام تک پہنچاتا ہے۔ جہاں پہنچ کر تمام انسان اپنی ہر قسم قربانی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔یہی تیاری جب ساری انسانیت شروع کرے گی، تو یہ اصل میں مسلمانوں کی معراج اور حکمرانی ہے اور لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ[26] کا عملی نمونہ ہو گا۔اس سلسلہ میں محمد اسماعیل فاروقی رقمطراز ہیں کہ :

"ذات کی آگاہی کا مطلب دوسروں سے اپنے امتیاز کی آگاہی ہے۔ یہ امتیاز مادّی ضروریات اور افادی حقائق کے اعتبار سے نہیں بلکہ تصور کائنات، اخلاقی حسن اور روحانی رفعتوں کے اعتبار سے ہے۔ دور حاضر میں جدید ہونے کا مطلب تہذیبی شعور ہے یعنی اپنے تہذیبی ورثہ کا شعور رکھنا، اس کے مختلف مظاہر کو وجود بخشنے والی قوت محرّکہ سے واقف ہونا اور تاریخ کے دوسرے تہذیبی دھاروں سے ممتاز ہونے کا شعور اور مستقبل میں اسکی سمت سفر کو صحیح رکھنے والی قوتوں سے پوری طرح باخبر رہنا۔اس ناگزیر معلومات کے بغیر اپنا تشخص برقرار رکھنا تو درکنار اس دنیا میں اپنا تہذیبی وجود قائم رکھنا بھی ممکن نہیں۔ ماضی کے برخلاف زمانۂ حاضر میں متنازع تہذیبی قوتیں کسی بھی تہذیب پر بغیر کسی فوج کشی اور عسکری عمل کے حاوی ہو سکتی ہیں؛ وہ شکست خوردہ تہذیب کے لوگوں کی ذہنیت تبدیل کر سکتی ہیں۔ ان کو اپنے نقطۂ نظر کا قائل کر سکتی ہیں، اور ان کو اپنا باج گذار اور کٹھ پتلی بنا کر رکھ سکتی ہیں۔ خواہ شکست خوردہ کو اس کی خبر ہو کہ نہ ہو۔ یقیناً یہ قوتیں صرف دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے ہی باہم برسرپیکار ہیں۔اب مسلمانوں پر منحصر ہے کہ اسلام مستقبل میں فاتح بن کر ابھرتا ہے یا نہیں اور مسلمان تاریخ کا زندہ باب بن کر سامنے آتے ہیں یا محض بابِ عبرت"۔[27]

مذکورہ بالا اقتباس واضح طور پر بتا رہا ہے کہ علم کو اسلامیانے کی پوری تحریک دراصل ایک سیاسی مقصد رکھتی ہے۔ یعنی جدید دنیا میں جاری تہذیبوں کی کشمکش میں اسلام کی فتح اور اس کا غلبہ اس تحریک کے علمبرداروں کے نزدیک قرآنی تصور ''خلافت'' کا جوہر اور اس کی روح ہے اور عالمی سربراہی کے حصول کی کنجی علم ہی میں ہے۔ اس کو اس طرح سمجھنا آسان رہے گا:

''سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ اس دنیا میں امامت و قیادت کا مدار آخر ہے کس چیز پر؟ کیا چیز ہے جس کی بنا پر کبھی مصر امام بنتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ کبھی بابل امام بنتا ہے اور دنیا اس کی پیروی کرتی ہے کبھی یونان امام بنتا ہے اور دنیا اس کی اتباع کرتی ہے، کبھی اسلام قبول کرنے والی اقوام امام بنتی ہیں اور دنیا ان کے نقشِ قدم پر ہو لیتی ہے، اور کبھی یورپ امام بنتا ہے اور دنیا اس کی تابع بن جاتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے امامت آج ایک کو ملتی ہے، کل اس سے چھن کر دوسرے کی طرف چلی جاتی ہے، اور پرسوں اس سے بھی سلب ہو کر تیسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے؟ کیا یہ محض ایک بے ضابطہ اتفاقی امر ہے یا اس کا کوئی ضابطہ اور اصل مقرر بھی ہے؟ اس مسئلہ پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اس کا جواب یہی ملتا ہے کہ ہاں اس کا ضابطہ ہے، اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ امامت کا دامن ہمیشہ علم سے وابستہ رہے گا۔ انسان کو بہ حیثیت ایک نوع کے زمین کی خلافت ملی ہی علم کی وجہ سے ہے۔ اس کو سمع، بصر، اور زبان تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو دوسری مخلوق ارضی کو یا تو نہیں دی گئی ہیں یا اس کی بہ نسبت کم تر دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ اس بات کا اہل ہوا کہ دوسری مخلوقات پر خداوندِ عالم کا خلیفہ بنایا جائے اب خود اس نوع میں سے جو طبقہ یا گروہ علم کی صفت میں دوسرے طبقوں اور گروہوں سے آگے بڑھ جائے گا وہ اسی طرح ان سب کا امام بنے گا جس طرح انسان من حیث النوع دوسری انواع ارضی پر اسی چیز کی وجہ سے خلیفہ بننے کا اہل ہوا ہے''[28]

مولانا مودودیؒ اپنے اس مجوزہ منصوبہ میں انسان کو ودیعت کی گئی روحانی بصیرت اور حُسن اخلاق سے علم کو سیرت طیبہ کی روشنی سے مزین کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تاکہ انسانی زندگی خدائے عظیم کی مرضی کے مطابق ہو سکے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔ اہم بات یہ ہے کہ مولانا صرف مسلمانوں ہی کو خطاب کر رہے ہیں اور فکر کے یہ زاویے اور اخلاق کے نمونے جن کی پیروی کی دعوت دی جا رہی ہے وہ مسلمانوں کے تاریخی ورثہ کا حصہ ہیں۔ جو چیز موجود نہیں ہے وہ دراصل اجتہاد ہے کہ پہلے سے موجود مستند بات کو نئے حالات میں کس طرح منطبق کیا جائے۔ چنانچہ بہت سے علماء نے عصری اسلامی فقہ میں اجتہادی فکر کی تجدید کرنے پر زور دیا ہے کیونکہ فقہ میں اکثر ایسے موضوعات آ جاتے ہیں جو جدید دور کی سوشل سائنسز میں شامل ہیں اس لیے علوم کو اسلامیانے کی تحریک میں سوشل سائنسز کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ مولانا اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے سامنے اس وقت صرف ایک کام ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اخلاقی، فکری، اور عمرانی انقلاب برپا کرنے کیلئے موزوں لیڈر اور کارکن تیار کریں۔ اس کام کیلئے ڈاکٹری یا انجنیئرنگ یا سائنس وغیرہ کے ماہرین کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دین اسلام اور علوم اجتماعیہ میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت رکھتے ہوں۔ آگے چل کر جیسا جیسا ہماری کاروائیوں کا

دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اور ہمارے اوپر ذمہ داریوں کا جتنا جتنا بار بڑھتا جائے گا اس کے لحاظ سے جن جن شعبوں کے اضافے کی ضرورت ہو گی ان کا اضافہ ہم کرتے جائیں گے''[29]۔اس فکر کی روشنی میں علوم کے اسلامیانے کی واقعی، حتمی لائحہ عمل اور حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے، جو اس طرح کا ہو گا: جدید علوم پر کامل دسترس حاصل کرنا۔اسلامی ورثہ علم پر کامل دسترس حاصل کرنا۔جدید علم کے ہر شعبہ سے اسلام کا خصوصی تعلق قائم کرنا۔جدید علم اور اسلامی ورثہ کے تخلیقی امتزاج کی راہیں تلاش کرنا اور اسلامی فکر کو ایسے خطوط پر استوار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے اصولوں کا انکشاف ممکن ہو سکے۔[30]

علم کے اسلامیانے کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ :جدید علوم میں مہارت،علوم کا سروے،اسلامی ورثہ میں مہارت انتھالوجی،ورثہ کا تجزیہ اور ان مضامین کی اسلام سے خصوصی مناسبت، جدید علوم کا ناقدانہ تجزیہ اور ان کی موجودہ کیفیت، اسلامی علمی ورثہ کا ناقدانہ جائزہ،اس کی موجودہ کیفیت،امت کو درپیش بڑے اور اہم مسائل کا سروے،عام انسانوں کی درپیش اہم مسائل کا سروے۔ خلاقانہ تجزیہ اور تالیف، اسلامی چوکھٹے میں مضامین کی ترتیب، یونیورسٹی سطح کی تدریسی کتابیں اور اسلامیانے کیلئے علوم کی ترویج شامل ہیں۔یہ صحیح ہے کہ امت مسلمہ متعدد امور میں بہ نسبت دوسری قوموں کے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے مگر حق کی روشنی کے سلسلہ میں اور اس سے متعلق موزوں ترین دینی، اخلاقی، اور مادی خوشحالی کے لحاظ سے یہ امت فائق ترین قرار پاتی ہے اور اسلام کی حامل ہونے کے سبب صرف امت مسلمہ ہی کے پاس وہ بصیرت پائی جاتی ہے، جو بنی نوع انسان کی اصل کامیابی وخوشحالی کیلئے ناگزیر ہے اس کو عمل میں لاکر تاریخ کو اس ڈگر پر ڈالا جاسکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہی انسان کا اعلیٰ وصف اور مقام ہے۔

لٰہذا مسلمان مفکرین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا کو درپیش مسائل کا مقابلہ کریں اور اسلام کے مطابق ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ سیرت طیبہ کی حامل ہونے کی حیثیت سے روئے زمین پر صرف امت مسلمہ ہی اس بات کی متحمل ہے کہ وہ انسانی گلہ کو راہِ راست کی جانب بلائے، جو دورِ جدید کے استعماری اور نوآبادیاتی شیطانی قوتوں کے خلاف برسرِپیکار طاغوت کے درمیان گھر کر رہ گئی ہے۔ نسل پرستی عالمی پیمانے پر انسانی تعلقات کی دھجیاں بکھیر رہی ہے باقی جو کچھ بچتا ہے اس کو شراب 'منشیات' آزادانہ جنسی اختلاط، خاندانی اخلاقیات کی ابتری، جہالت، کاہلی، جنگجوئی، اور اسلحہ کی دوڑ، فطرت کا نازیبا استحصال اور دنیا کی آبادی کے توازن کو لاحق خطرہ وغیرہ بغیر کسی روک ٹوک کے برباد کئے ڈالتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام مسائل بھی اسلامی فکر کے دیگر پہلوؤں سے متعلق ہیں، اور ان تفاصیل اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں، جو امت کی فلاح اور تمام انسانیات کی بہبودی کے لیے نہایت اہم ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنا اور تمام انسانیت کی ایسی خوشحالی کی جانب رہنمائی کرنا جو عدل واحترام سے بھرپور ہو اسلامی نظام کا جزء لاینفک ہے۔[31]

''اس قسم کی تربیت اور اس قسم کی تعلیم پاکر جو لوگ تیار ہوں گے ،ان میں یہ طاقت ہو گی کہ ان واقعات کی رفتار بدل دیں، ان کی محققانہ تنقید جاہلیت کے علوم اور جاہلی تہذیب کی ساری بنیادوں کو ہلادے گی۔ان کے مدون کیے ہوئے علوم میں اتنا زور ہو گا کہ

جو لوگ آج جاہلیت کے نقطۂ نظر پر جمے ہوئے ہیں ان کو وہ اسلامی نقطۂ نظر کی طرف پھیر لائیں گے۔ان کی تحقیق کے نتائج یورپ اور امریکہ و جاپان تک کو متاثر کر دیں گے اور ہر طرف سے معقول انسان ان کے نظریات کی طرف کھینچے چلے آئیں گے۔ان کا مرتب کردہ نظریۂ حیات اور لائحہ عمل اتنی قوت کے ساتھ فکر و نظر کی دنیا پر چھا جائے گا کہ عمل کی دنیا میں اس کے خلاف کسی دوسرے لائحہ زندگی کا چلنا مشکل ہو گا''۔[32]

علم کے اسلامیانے کا عمل محض مسلمانوں کیلئے ہی نہیں بلکہ پوری عالم انسانیت کی ایک علمیاتی اور مذہبی ضرورت ہے۔امت مسلمہ ہی اس امتیازی صفت سے آراستہ ہے کہ وہ انسانی علم کو اللہ کی ہر دو کتب یعنی قرآن و سنّت اور طبعی کائنات کے تکمیلی اور ہم آہنگی فکر سے لیس جامع مطالعہ کے ذریعے از سرِ نو تشکیل کر سکے۔اس میں بنیادی کام تعلیم کی دوئی کو ختم کرنا ہے۔

مسلم مفکرین علوم کی شرعی اور دنیاوی تقسیم سے مطمئن نہیں ہیں لیکن اسلامائزیشن آف نالج کے مفکرین کے علاوہ کسی نے بھی اس تقسیم کو چیلنج نہیں کیا اور نہ ہی اس کے نقصانات کے خلاف کچھ کہا۔البتہ اسلامائزیشن کی بحث میں سید نقیب العطاس بجا طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ تصور سب سے پہلے پیش کر دیا تھا۔ان کے مطابق ادب دراصل انسانی جسم، ذہن اور روح کی تہذیب کا نام ہے۔یعنی مہذب بنانے کا ایسا عمل جس میں طبعی، فکری، اور روحانی صلاحیتوں اور امکانات کو تسلیم کیا جائے اور یہ تسلیم کرنا اور اس بات کو پہچان لینا کہ علم اور علم سے ماخوذ وجود میں تقدّس پر مبنی درجہ بندی پائی جاتی ہے۔[33]

سیرت طیبہ کی روشنی میں اس قسم کی دوئی کی حوصلہ افزائی نہیں ملتی باوجود اس کے کہ ہم وحی کی ہدایت سے ماخوذ قوانین کے پابند ہیں۔قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ کتاب وحی میں بھی اللہ کی نشانیاں ہیں اور خدا کی تخلیق شدہ کائنات بھی اللہ کی نشانیاں لیے ہوئے ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ[34]

ترجمہ: عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ حق یہی ہے۔کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں۔

انسان اس کائنات کی ہر چیز کو دیکھ کر جبلی طور اس کے بارہ میں جاننے کی کوشش کرتا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرنا تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔اس عمل کیلئے ہمہ جہتی علوم و تعلیم کی ضرورت ہے یہ ہمہ جہتی علوم کو اسلامائز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

علم کے میدان میں سیرت طیبہ کی روشنی میں صحیح طریقہ یہ ہو گا کہ دونوں راستوں کو بیک وقت اپنایا جائے یعنی کائنات اور اپنی ذات کے اندرون کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن اور سنت کے معنی کی کھوج بھی ہوتی رہے۔علوم میں شرعی اور دنیوی کی تقسیم نصاب کی ترتیب میں تو ایک معاون آلہ کا رول ادا کر سکتی ہے۔لیکن آج پائی جانے والی تقسیم نے ظلم یہ کیا ہے کہ وہ محض مذہبی

کتابوں میں پائے جانے والے علم کو تسلیم کرتی اور دوسرے علوم کو غیر اہم گردانتی ہے۔اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ذہنیت اور اسلام کے مستقبل پر بڑے ہی تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔اگر کائنات میں وسعت پذیر اللہ کی نشانیوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو حقیقت کا ایک غیر متوازن تصور پیدا ہو گا۔[35]

سیرت طیبہ کی روشنی میں نصاب اسلامیات کا دائرہ کار

نصاب اسلامیات صرف ایک کتاب 50 /100 نمبر کی قوم کو پڑھا دینا یہ اسلامیات کا مدعا ہر گز نہ تاریخ اسلام میں ملتا ہے، نہ اس سے حال ہی میں ہمارا مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے ہمارا مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔اسلامیات ایک وسیع دائرے پر محیط مضمون ہے۔اس مضمون سے تمام مضامین کے سوئے پھوٹتے ہیں۔اس مضمون ہی نے انسانیت کو تاریکی سے روشنی کی طرف دھکیلا۔یہی وہ مضمون ہے جس نے نت نئے علوم ایجاد کیے۔اسی علم سے ہی آج بھی اور آئندہ کل بھی انسانیت کی معراج متوقع ہے۔اس وقت اس نصاب کی وسعت سے استفادہ نہ ہونے کہ وجہ سے انسانیت پھر تاریکی کی طرف گامزن لگ رہی ہے۔سر دست اس نصاب کی بنیادی درستگی کیلئے تمام علوم کو سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھنا انتہائی اہمیت کے حامل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس وقت علوم کی اسلامی تشکیل کے بغیر تعلیم کی راہیں مسلمانوں کے لیے ناہموار ہو رہی ہیں۔ایک طبقاتی نظام تعلیم کافی زور سے سر اٹھا رہا ہے، جس سے ایک مخصوص طبقہ مستفید ہو کر سوسائیٹی میں اپنا رسوخ بڑھا رہا ہے، جب کہ عام مسلمان اس طبقہ کی تعلیم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔جب اسلامی طرز علوم اور طرز تعلیم کی طرف بڑھا جائے گا تو تمام فروعی اور مذہبی حتیٰ کہ دیگر مذاہب بھی اس طرز تعلیم سے بہتر استفادہ کریں گے، جیسے کہ تاریخ اسلام میں عباسی دور خلافت میں بالخصوص دیکھا جائے جہاں صرف عرب نہیں بلکہ دیگر ممالک سے دیگر مذاہب کے لوگوں نے اسلامی طرز علم سے انسانیت کی خدمت کی کوششیں کیں، تاہم ہمارا موضوع پاکستان تک محدود ہے، جہاں طبقاتی نظام تعلیم موجود ہے۔اس کے متعلق ایک پاکستانی مصنف رقمطراز ہیں:

"امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک میں حصول آزادی کو طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی یہ صورت حال بڑی حد تک برقرار ہے کہ ایک طبقہ خاص قسم کی تعلیم حاصل کر کے دوسرے طبقے پر حاکمیت قائم کیے ہوئے ہے۔جب کہ اسلام کے بنیادی تعلیمات اور اس کے اساسی مزاج کے خلاف ہے۔جو دین عدل و معاشرتی مساوات کی اقدار کا علمبردار ہو، وہ اس طرح کے نظام تعلیم کو کس طرح گوارہ کر سکتا ہے۔تعلیم کی تاریخ بیان کی جائے تو مسلمانوں کو یکساں تعلیمی مواقع کے تصور کا بانی کہا جاتا ہے۔انہوں نے کئی سو سال تک مکاتب مدارس اور مساجد کا ایک ایسا جال پھیلائے رکھا جہاں ہر شہری کو حصول علم کے یکساں مواقع حاصل تھے۔ایک ہی طرح کی تعلیم تھی جو پڑھنے والوں کو طبقات میں تقسیم نہ کرتی تھی۔بلکہ ایک خدا کا بندہ اور ایک امت مسلمہ کا فرد بناتی تھی"۔[36]

ایسی صورت حال میں سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامیات کے نصاب کا اصل دائرہ کار متعارف کرانا اسلامیات کے سکالر کا فرض ہے اس پر جتنی توانائیاں خرچ ہوں، کم ہیں۔بحیثیت مجموعی تعلیم اس وقت تک ہمارے ملک میں کارگر نہیں تاوقتیکہ تمام علوم کو

سیرت طیبہ کی روشنی میں مکمل اسلامی طرز پر تعلیم کا آغاز نہ کیا جائے، کیونکہ اسلام ہی کی خاطر اور اسلامی طرزِ زندگی کیلئے ہی یہ ملک حاصل کیا گیا تھا اور اسلامی طرزِ زندگی ہر گز محض عقلی علوم سے کشید ہ نہیں سکتی۔

خلاصہ:

قومی نصاب اسلامیات ایسا مضمون ہے جو مجموعی انسانی تعلیم کو بامقصد بنا سکتا ہے۔ تعلیم ملک کے اندر روز بروز، زور و شور سے ترقی کی طرف بڑھ رہی ہے، شرح تعلیم میں اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے، شعبہ جاتی لحاظ سے بھی اس میں ملک بہتری کی طرف گامزن ہے، لیکن انسانی اوصاف، اخلاقی و روحانی قدریں انسانیت کی خدمت کا جذبہ آئے روز تنزلی کی طرف جارہا ہے۔ جب کہ یہ ایسے جذبات اور عوامل ہیں جنھیں تمام مذاہب بلکہ تمام انسان تسلیم کرتے ہیں اور ان ہی کے پروان کیلئے تعلیم دی جاتی ہے۔ تمام مذاہب اپنی سوچ کے مطابق ان قدروں کو اپنی زندگیوں میں راسخ کرتے ہیں۔ ان قدروں کو اسلام جس انداز سے پروان دیتا ہے، دیگر مذاہب کے بمقابلہ میں ہر سو بہتر ہے[37]۔ جس کا اندازہ غیر جانبداری سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان اسلامی قدروں کے مطابق زندگی گزارنے کیلئے یہ ملک پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ انہی اعلیٰ انسانی اوصاف کا نمونہ اعلیٰ ترین انسانیت، وجہہ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کی سیرت طیبہ تک رسائی اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کیلئے قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ ہماری تعلیمی پالیساں بھی اسی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے لے کر چھے سات سو سال تک تمام مسلمان ان انسانی قدروں سے لیس ملتے ہیں۔ اب کون سی چیز ہے، جو ہم بھول گئے ہیں اور انسانی تنزلی کا شکار ہیں اور نبی آخری زماں ﷺ کی تعلیمات کو اپنے لیے ناکافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم اور جامع چیز ہے جو مقالہ نگاران کے نزدیک مقاصد تعلیم کے بغیر تعلیم کا حصول ہے۔ اسلامی طرز تعلیم سے استفادہ نہ کرنا، ان مقاصد سے انحراف کے مترادف ہے۔ اس طرز کے بغیر اسلامیات کا پڑھایا جانا ایک سعی لاحاصل لگتی ہے۔ تہذیب و ترقی اور اسلامی طرز تعلیم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلامیات کے نصاب کو مدون کرتے وقت اس کا بنیادی کام یہ ہے کہ اسے اس تناظر میں مدون کیا جائے کہ اس نصاب سے انسانی معراج کی راہیں ہموار ہوں اور یہ تعلیم اس وقت تک اپنا وجود قائم کرنے کے قابل نہیں جب تک کہ تمام علوم کو "اسلامائز" نہیں کیا جاتا۔ اس طرز علم کی روشنی میں تمام علوم کو اس طرح لیا جائے گا جس طرح مسلمان اپنی تاریخ میں لیتے رہے۔ آج اس کام کو ناممکنات میں شامل کرنا اپنے ماضی سے ناواقفیت اور اپنے مستقبل سے لاپرواہی ہے۔ جس کا احساس کرتے ہوئے مسلم دانشوروں کی تعلیمی کانفرنس مکہ میں اس امر کی تحقیق عمل میں لائی گئی کہ مسلم دنیا میں تعلیمی انحطاط کی بنیادی وجہ نظام تعلیم کا ناقص ہونا ہے۔ اس کے حل کے طور پر ایک اسلامی طرز تعلیم کو لاگو کرنے کے لیے پوری مسلم دنیا میں اسلامک یونیورسٹیز کے قیام کا قدم اٹھایا گیا۔ اس کے بعد 1981ء میں ورجینیا، امریکہ میں ایک باقاعدہ تحریک کے طور پر انٹر نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ IIIT کا قیام عمل میں آیا۔ اس ادارہ نے ایک تحریک کے طور پر کام کیا، جس میں رفاء انٹر نیشنل کے وائس چانسلر ڈاکٹر انیس احمد بطور جنرل سیکریٹری کام کر رہے ہیں۔ 1982ء میں اس کی پہلی تعلیمی کانفرنس اسلام آباد میں ہوئی۔ اس ادارہ نے امت کے تعلیمی زوال کی پوری کھوج لگاتے

ہوئے یہ نتیجہ نکالا کہ نظام تعلیم جس قدر اسلامی طرز پر ہو گا، اسی قدر سے امت بھی تعلیم میں ترقی کرے گی، کیونکہ ان کا نبی رسول اکرم ﷺ معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثتُ مُعلماً[38]۔

نصاب اسلامیات میں اس بات پر خاص توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ سیرت طیبہ کی اصل روح تعلیم ہے۔ آپ ﷺ نے بحیثیت معلم تعلیم کو تاقیامت ایک درست رُخ پر لگا کر ہمیں دیا، جو قیامت تک کے انسانوں کیلئے کافی ہے۔ ہمارا کام اس تعلیم کو زمانے کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہے۔ اس پس منظر کو یکسر بھول جانا، اسلامیات کی اصل روح اور اسلامیات سے استفادہ سے انکار کے مترادف ہے۔ چونکہ یہی وہ اقدام ہے، جس کی پیش رفت اور افادیت سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کا مدعا پورا کیا جاسکتا ہے۔ جس کا ذکر قرار دادِ پاکستان اور پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں نصاب کی تدوین میں جو چیزیں پیش نظر رہنی چاہیے وہ تعلیم کے کل کی ہے جو سیرت طیبہ کی روشنی میں عمل میں لانا چاہیے۔

نتیجہ:

المختصر! سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اسلامی طرزِ تعلیم اسلامائزیشن آف نالج سے ہی ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان میں اسلامیات لازمی کا نصاب اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ خوش قسمتی کی بات ہے کہ آیئن پاکستان میں یہ زبردست گنجائش موجود ہے، وہ یہ کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ اور قرار دادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنانا پاکستانیوں کی اسلامی طرزِ زندگی ہی مقصود ہے، جو صرف اسلامی طرزِ تعلیم ہی سے ممکن ہے۔ قومی تعلیمی پالیسیاں اور مسلم مفکرین تعلیم کے مطابق ملک میں اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا تعلیم کو اسلامیانا ہے، جو مجموعی تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کر سکتا ہے۔ اس کام کیلئے جتنی کاوشیں کی جائیں انتہائی قابل قدر ہیں اور ان کاوشوں سے کنارہ کشی کر کے تدریس اسلامیات کرانا، قوم کے آئین اور نظریات سے انحراف کے مترادف ہے۔ اس کی درست سمت اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی طرزِ تعلیم ہی ہے۔

سفارشات:

- تاریخِ اسلام کے سنہری دور کی طرز تعلیم کے مطابق سیرت طیبہ کی روشنی میں نصاب اسلامیات کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامیات کی وسعتوں سے استفادہ اور اسلامی تصوّرِ کائنات (تکوینی امور) کو عقیدہ توحید سے مربوط کرتے ہونت نئے علوم کی طرف پیش رفت کر کے ان علوم کو نئی نسل تک بذریعہ نصاب منتقل کیا جائے۔
- تعلیمی دوئی؛ عقل اور وحی، روح اور مادہ کے فرق سیرتِ طیبہ کی روشنی میں بذریعہ نصاب مطابقت پیدا کی جائے۔
- اسلامائزیشن آف نالج کے ذریعے قومی نصاب اسلامیات کے ساتھ ساتھ تمام مضامین کی تدوین کی جائے۔
- الغرض! تعلیمی مقاصد کے حصول کیلئے سیرتِ طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے جامع تصورِ تعلیم کو بروئے کار لایا جائے جو مقاصدِ تخلیق انسان وجن کو پورا کر سکیں۔

حوالہ جات

[1] لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب21)

[2] ابوداؤد سلمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دار السلام، ریاض، س ن۔ حدیث نمبر3179

[3] عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: أَخْبِرِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (مسند أحمد)

[4] الروم30:30

[5] جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے: جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهام الرجال (مرقاة المفاتیح کتاب القصاص)

[6] قاضی، محمد بن عبدلله محمد المعارفی، المالکی (ابن عربی)، قانون التاویل، ابی بکر، مؤسسة العلوم، بیروت، س ن، ص507

[7] ڈاکٹر، طاہر القادری، اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلیکیشنز ماڈل ٹاؤن لاہور، 2001ء، ص84

[8] إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرة2:30)

[9] قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (النمل27:40)

[10] See: Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan. International Institute of Islamic Thought, Series no. 2, Herndon, Virginia USA 1989-P 32

[11] الیونس 14:10

[12] الیونس 73:10

[13] الأعراف128:7

[14] بنی اسرائیل80:17

[15] Niaz Erfan and Zahid A:Education and the Muslim World challenges and response, IPS, Islamabad,1995.P4

[16] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الجاثیہ: 13، ابراھیم:32-33)

[17] see: Crisis in Muslim education: syed Sajjad Hussain and Syed Ali Ashraf, Hodder and Stoughton, 1979. P:preface

[18] امام احمد رضا خان اور علوم عقلیہ، مفتی شبیر حسن رضوی، جامع بکڈپو فیض آباد یوپی، انڈیا، س ن۔ ص16

[19] ابن خیر الا شبیلی، ابوبکر محمد الاموی، فهرسة ماروا‌ه عن شیوخه من الدواوین المصنفه فی ضروب العلم وانواع المعارف، مکتبه المثنی، بغداد، 1963ء

[20] دیکھیے: مقالات سیرت، صدیقی، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، 2015ء، ص317

[21] ایضاً، ص318

[22]محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار المدنی 704تا767 آٹھویں صدی کے قدیم ترین سیرت نگار ہیں جن کی مشہور کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب اب ناپید ہو چکی ہے مگر اس کتاب کا نثری حصہ سیرت ابن ہشام میں لیا گیا ہے۔

[23]محمد بن عمر الواقدی اکابر مورخین میں سے ہیں، 130ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ابن سعد ان کے شاگرد ہیں طبقات الکبریٰ، ج5، ص 322

[24] دیکھیے: مقالات سیرت، ص372

[25]محمد بن اسحاق بن یسار ابو محمد بن ہشام، سیرت النبی ﷺ کامل، (مترجم: سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی)، ادارہ اسلامیات لاہور، 1994ء، ج1، ص21

[26] دیکھئے: التوبہ: 33، الفتح: 28، الصف: 9

[27]Islamization of Knowledge، General Principles and Work Plan. Muhammad Ismaeel Farooqi, Series no.1, International Institute of Islamic Thought, Herndon, 1982. P:12

[28]Ta'leemat: Syed Abul A'la. Mawdudi, (Translated into English as Mawdudi on Education, 1988, Karachi, Pakistan: Islamic Research Academy), Markazi Maktaba Islamic Publishers, New Delhi, 2009. P:56 -57

[29]سید ابوالاعلیٰ مودودی، تعلیمات، اسلامک پبلیکیشنز، لوئر مال روڈ، لاہور، س ن، ص89

[30] See : Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan P:39

[31]See : Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan .P 40 to44

[34]دیکھیے: تعلیمات، ص80

[33]Islam and Secularism, Al-Attas, Muhammad Naquib, International Institute of Islamic Thought, Kualalumpur, Malaysia, 1993 .p:105,107,110.

[34]حم السجدة53:41

[35]See: A Critical Survey of Islamization of Knowledge, Haneef Mohammad Aslam, Kualalumpur: IIUM Press, 2009. P:104

[36] مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈی، اسلام آباد، طبع اول 1986، طبع دوم 1992ء، ص95

[37]قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقٌ، وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ، وَذَلِكَ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْإِسْلَامِ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، إِذًا فَالْحَيَاءُ تَرْكُ الْقَبَائِحِ، وَالسَّيِّئَاتِ، وَإِتْيَانُ الْمَحَاسِنَ، وَالْخَيْرَاتِ، وَهَذَا خُلُقُ الْإِيمَانِ، وَالْإِسْلَامِ، وَلِذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ (بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، أبو بكر محمد الكلاباذي البخاري الحنفي (متوفى 380ھ) دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، 1999م، ج1، ص166)

[38]محمد بن یزید ابو عبداللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت، لبنان، س ن، حدیث نمبر 229

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.